نظرات

مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی کی اچانک علالت کی اطلاع اخبارات کے ذریعہ معلوم ہو چکی ہوگی، قارئین برہان اسکی تفصیلات جاننے کے لیے بے چین ہوں گے اس لیے گذارش ہے کہ دارالمصنفین اعظم گڈھ میں ۲۱ر فروری سے ۲۴ر تک اسلام اور مستشرقین کے موضوع پر ایک بین الاقوامی سیمینار تھا جو وہاں بڑے تزک و احتشام اور دھوم دھام سے انجام پذیر ہوا، مفتی صاحب کی طبیعت پچھلے چند روز سے ناساز چل رہی تھی اور ضعف و نقاہت کے آثار نمایاں تھے، لیکن اس کے باوجود سید صباح الدین عبدالرحمٰن صاحب کا نفس شرکت پر اصرار زیادہ ہوا تو مفتی صاحب نے حسب عادت از راہِ مروت اعظم گڈھ کا ارادہ کر لیا۔ چنانچہ ۱۹ر اور ۲۰ر کی درمیانی شب میں وہ مولانا قاضی سجاد حسین صاحب کی معیت میں گنگا جمنی اکسپریس سے دہلی سے اور اسی ٹرین سے راقم الحروف چند احباب کے ساتھ علی گڈھ سے روانہ ہوئے لیکن کمپارٹمنٹ الگ الگ تھا۔ دوسرے دن شام کو ہم لوگ اعظم گڈھ پہنچ گئے، یہاں ہمارا قیام تین دن رہا۔ ان دنوں میں اگرچہ ضعف و نقاہت کا اثر نمایاں تھا لیکن مفتی صاحب کی طبیعت ہشاش بشاش رہی، سیمنار کی دو تین نشستوں میں شریک ہوئے اور ایک نشست کی صدارت بھی کی، ۲۴ر کی صبح کو ہم لوگوں کی واپسی کا پروگرام تھا، ناشتہ کے بعد ہی دارالمصنفین سے روانہ ہو کر ایک بڑی جیپ کے ذریعہ ہم لوگ بنارس آئے اور وہاں سے اسی گنگا جمنی اکسپریس سے روانہ ہوئے یہاں پر ہم رزرویشن کے باعث دو کمپارٹوں میں بٹ گئے تھے، ایک میں مفتی صاحب، قاضی صاحب اور مولانا ابوالسیف ندوی تھے اور دوسرے ڈبہ میں پروفیسر خلیق احمد نظامی، پروفیسر خواجہ احمد فاروقی اور راقم الحروف حسن اتفاق سے جس ڈبہ میں مفتی صاحب وغیرہ تھے اسی ڈبہ میں علی گڈھ مسلم یونیورسٹی کے دو نوجوان ... بھی ہمسفر تھے اور یہ بھی اعظم گڈھ سے آرہے تھے ... آباد کے اسٹیشن پر ... مفتی صاحب پر اچانک فالج کے حملہ کی خبر ... [illegible]

[illegible] مفتی صاحب کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ فالج کا اثر داہنے ہاتھ اور زبان پر ہے، اس حالت میں بھی وہ بولتے تھے مگر الفاظ صاف نہیں تھے، سخت پریشانی کا عالم تھا۔ فوری طور پر میڈیکل ایڈ حاصل کرنے کی کوشش کی گئی مگر جب اس میں کامیابی نہیں ہوئی تو بارہ بنکی کے اسٹیشن سے کنڈکٹر کے ذریعہ ڈاکٹر کو لکھنؤ فون کے ذریعہ اطلاع دے دی گئی، چنانچہ لکھنؤ پہنچتے ہی ڈاکٹر مع اپنے ایک اسسٹنٹ کے آ گئے، ڈاکٹر نے پوری توجہ سے معائنہ کیا اور اس کے بعد مشورہ دیا کہ مریض کو یہیں اتار لیا جائے، کیونکہ فالج کا حملہ ابھی تو خفیف ہے، دلی جانے کی صورت میں پوری شب اسی حالت میں گزرے گی، اندیشہ ہے کہیں مرض بڑھ نہ جائے۔

ڈاکٹر کا مشورہ بالکل صائب تھا۔ اس لیے قاضی سجاد حسین صاحب اور راقم الحروف ہم دونوں نے لکھنؤ اترنے کا فیصلہ کر لیا اور ہمارے ساتھ وہ دو نوجوان طالب علم بھی اتر گئے، ڈاکٹر نے ایمبولنس کار کا انتظام کر ہی دیا تھا، اسٹریچر کے ذریعہ مفتی صاحب کو کار میں منتقل کیا گیا اور ہم لوگ بلرام ہسپتال پہنچے، یہاں مفتی صاحب کو فوراً ایمرجنسی وارڈ میں داخل کر لیا گیا، ڈاکٹر جو اس وقت ڈیوٹی پر تھے نہایت شریف اور مستعد تھے، انھوں نے مفتی صاحب کا معائنہ کمال توجہ سے کیا اور ہمیں یقین دلایا کہ ابھی کوئی خطرہ کی بات نہیں، فالج کا حملہ سخت نہیں ہے اس سے فراغت کے بعد اُن دونوں طالب علموں کو مفتی صاحب کے پاس چھوڑا اور قاضی صاحب اور میں ہم دونوں ندوۃ العلماء آ گئے، یہاں مولانا سید ابو الحسن علی میاں موجود تھے، ان کو اطلاع ہوئی تو سخت پریشان ہوئے اور اسی وقت اپنے عملہ کو ہوشیار کر دیا، چھ آدمیوں کی ڈیوٹی مقرر کر دی کہ ان میں دو دو آٹھ آٹھ گھنٹے کے لیے مفتی صاحب کے پاس رہیں گے، اور پھر نہایت پر تکلف ناشتہ سے فراغت کے بعد مولانا سعید اعظمی صاحب مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء کو اور ہم دونوں کو ساتھ لے کر مولانا بلرام ہسپتال پہنچے، اُدھر ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی جو خود ایک تجربہ کار اور مرض فالج کے کامیاب ہومیوپیتھک معالج ہیں الگ اپنی کار میں مولانا برہان الدین سنبھلی اور بعض اور اساتذہ ندوہ کی معیت میں ہسپتال پہنچ گئے، ان حضرات کے پہنچنے سے ہسپتال میں چہل پہل پیدا ہو گئی، اور ہسپتال کے چند اور ڈاکٹر بھی آ گئے، ان کی [illegible] نے مفتی صاحب کو دیکھا، ان کی حالت قدرے بہتر تھی، مگر آکسیجن دیا جا رہا تھا،

اس کے بعد مولانا علی میاں اور ڈاکٹر قریشی نے ڈاکٹروں سے تبادلہ خیال کیا اور اس کے مطابق اپنے عملہ کو خاص خاص ہدایات دیں، حق یہ ہے کہ مولانا علی میاں، اور ڈاکٹر قریشی اور ندوہ کے دوسرے معائنہ نے اس موقع پر جس درجہ ہمدردی اور مواسات کا معاملہ کیا ہے اس سے زیادہ کا تصور بھی نہیں ہو سکتا، فجزاہم اللہ عنا جزاءً خیراً۔ ان سطور کے قلمبند ہونے تک مفتی صاحب بلرام ہسپتال میں ہی زیر علاج ہیں اور حالت روز بروز بہتر ہورہی ہے، اب وہ اسپیشل وارڈ میں منتقل ہوگئے ہیں، قارئین کرام سے درخواست ہے کہ وہ جلد مکمل صحت یابی کی دعا کریں۔

جنوری کے آخری ہفتہ میں اسلامیہ ہائی اسکول، کلکتہ کے جشن جوبلی کے سلسلہ میں کلکتہ جانا ہوا تو وہاں اپنے قدیم اور عزیز احباب کے ساتھ احمد سعید صاحب ملیح آبادی ایڈیٹر آزاد ہند اجالا سے بھی ملاقات ہوئی اور حسب معمول دیر تک گپ شپ رہی، اسی درمیان دارالعلوم دیوبند کے موجودہ ناگفتہ بہ حالات کا ذکر آیا تو میں نے اپنے احساسات کا ذکر صفائی سے کیا۔ ابھی پچھلے دنوں دفتر برہان میں اجالا کا وہ پرچہ میری نظر سے گزرا جس میں ملیح آبادی صاحب نے میری دارالعلوم سے متعلق یہ گفتگو ایک انٹرویو کی صورت میں چھاپ دی ہے تو اس میں یہ دیکھ کر سخت افسوس ہوا کہ حضرت مہتمم صاحب کی ذات کے متعلق دو نامناسب اور نازیبا لفظ طبع ہوگئے ہیں، میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ دو لفظ میرے ہرگز نہیں ہیں، کیونکہ میں تقریر ہو یا تحریر ایسی کرخت زبان اپنے کسی مخالف کے خلاف بھی استعمال نہیں کرتا چہ جائیکہ ایک ایسی ذات کے متعلق جن کا ادب و احترام میں اب بھی ایسا ہی کرتا ہوں جیسا کہ پہلے کرتا تھا۔